نمبر ۱۱۲ | مورخہ ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء | یوم شنبہ | مطابق ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالےٰ کے فضل و رحم سے بخیر و عافیت ہیں :۔

جناب محمد ابراہیم صاحب رفوگر امرتسری جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابیوں میں سے تھے ۲۲ مارچ امرتسر میں وفات پا گئے۔ نعش قادیان لائی گئی۔ جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے پڑھا۔ اور مرحوم مقبرہ بہشتی کے احاطہ خاص میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے :۔

جناب حافظ سید عبد المجید صاحب منصوری والوں کا صاحبزادہ عبد المالک جو امرتسر میں تعلیم پاتا تھا ۲۴ مارچ کو اچانک فوت ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون بذریعہ تار اطلاع ملنے پر مرحوم کے خویش و اقارب پہونچ گئے۔ اور ۲۵ کو حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے ماتحت لاش قادیان لائی گئی ۔ حضور نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ لاش کو کندھا دیا۔ اور قبرستان تک ساتھ تشریف لے گئے۔ مرحوم ۲۰ سالہ نوجوان تھا۔ اور احمدیت کے متعلق جوش رکھتا تھا۔ خدا تعالےٰ اُسے اپنی آغوش میں جگہ دے۔ اور اس کے تمام خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے سارے خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔

الفضل کا صداقت نمبر

الفضل کا صداقت نمبر جس میں جماعت کے اہل قلم بزرگوں کے نہایت قیمتی مضامین درج ہونگے۔ اپریل کے پہلے ہفتہ میں شایع ہو جائے گا۔ اس کی اشاعت میں جن احباب نے اس وقت تک حصہ لینے کی اطلاع دی ہے۔ ان کے اسماء درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ دیگر اصحاب بھی جلد توجہ فرمائیں۔ قیمت صرف ایک آنہ ہوگی اور حجم عام اخبار سے دوگنا۔ (مینیجر)

(۱) مکرم جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندرآباد سے ایک سو پرچہ صداقت نمبر کا طلب فرماتے ہیں :۔

(۲) جناب ڈاکٹر محمد منیر صاحب امیر جماعت امرتسر ۵۰ پرچوں کا آرڈر دیتے ہیں :۔

(۳) بابو عبد الرزاق صاحب گونڈہ ۳۶ پرچوں کے لئے۔ اور حافظ محمد امین صاحب جہلم سے ۲۰ پرچوں کے لئے۔ اور جناب طفیل احمد صاحب چندوسی ۱۶ پرچوں کے واسطے ارشاد فرماتے ہیں :۔

احباب کرام کو چاہیئے۔ کہ جلد سے جلد مطلوبہ پرچوں کی اطلاع دفتر مینیجر الفضل قادیان میں پہونچا دیں۔ کیونکہ پرچہ اسی تعداد میں چھاپا جائے گا۔ جس قدر تعداد کے آرڈر ۲۹ اپریل تک وصول ہو جائیں گے :۔

اسلامی ممالک کی خبریں اور اہم کوائف

فلسطین میں عربوں کی جدوجہد

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اعراب فلسطین کی طرف سے ہر قریہ اور ہر گاؤں میں قرطاس ابیض کی جدید تشریح کے خلاف پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اور ہر جگہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اب انگریزوں پر اعتماد اور تعاون ناممکن ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ خود یہودی بھی اس جدید تشریح سے مطمئن نہیں۔ وہ اسے ایک سیاسی چال سے تعبیر کرتے ہیں اور اپنے اساسی مطالبات کی منظوری پر زور دے رہے ہیں ؛

شامی جلا وطنوں کی واپسی کا مطالبہ

ہندوستان کے سیاسی لیڈروں اور کارکنوں کی رہائی کے بعد شام میں ایک شور برپا ہو گیا ہے۔ اور ہر طرف سے بالاتفاق حکومت پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ شامی جلا وطنوں کو وطن میں واپس آنے کی اجازت دی جائے۔ خیال ہے۔ فرانسیسی حکومت اب اس مطالبہ کو منظور کر لے گی ؛

ایک جدید معاہدہ ماسکو میں مرتب کیا گیا ہے۔ جو فی الحال ایک سال تک قابلِ عمل ہوگا۔ اس سے قبل ترکی تاجروں کو "قالین" دیگر معدنی اشیاء اور کوئلہ کی تجارت کے سلسلہ میں روسی پالیسی کے متعلق سخت شکایات تھیں ؛

مغربِ اقصیٰ میں اسلامی تمدن کے آثار

معاصر سلامی دنیا قاہرہ نے پیرس کے ایک اخبار کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ رباط کے علاقہ میں مسجد اور ایک اسلامی بستی کے آثار ملے ہیں۔ کھدائی کا کام شروع ہے ؛

افغانستان کے باغی فرار کو شکست

ابراہیم بیگ جس نے ہرات اور قطغن کے علاقوں میں حکومت کے خلاف بغاوت برپا کر رکھی تھی۔ شاہی افواج سے شکست کھا کر میمونہ کی طرف بھاگ گیا ہے ؛

شام میں ہاشمی خاندان کی ریاست

المقطم لکھتا ہے۔ امیر فیصل جب سے سیاحت یورپ سے واپس آئے ہیں۔ عراق اور یورپین سلطنتوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے ہیں۔ ان کی کوششوں سے فرانسیسی ہائی کمشنر نے علی بن حسین کو شام آنے کی دعوت دی۔ اور سرحد پر ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ اس سے یہ خیال یقین تک پہونچا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ شام کا تخت و تاج ہاشمی خاندان کے سپرد کر دیا جائے گا ؛

سلطان ابن سعود کی شاہانہ نوازشیں

ام القریٰ راوی ہے۔ کہ گزشتہ عید الفطر کے موقعہ پر سلطان نے ملکی خدمات انجام دینے والے ہزاروں لوگوں کو اظہار خوشنودی کے طور پر خلعتیں عطا کیں اسی طرح مساکین و فقرا کو بھی گرانقدر رقوم عنایت کیں ؛

ترکی کا جدید آبدوز جہاز

المقطم لکھتا ہے۔ اٹلی میں مملکت ترکی کا ایک عظیم الشان آبدوز جہاز تیار ہو کر پانی میں اتار دیا گیا ہے ؛

تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان
میں
طلبا کا داخلہ

جو احباب اپنے بچوں یا عزیزوں کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل کرانا چاہتے ہوں۔ ان کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یکم اپریل ۱۹۳۱ء سے جماعت بندی ہو کر باقاعدہ پڑھائی شروع ہو جائے گی۔ اپنے بچوں کو اس تاریخ تک ضرور بھیج دیں تاکہ پڑھائی میں حرج واقع نہ ہو۔ سکول کے متعلق مزید حالات اور اخراجات وغیرہ کی تفصیل کے لئے پراسپکٹس مجھ سے منگا سکتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

خدماتِ سلسلہ کیلئے ایک ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی کی ضرورت

صدر انجمن احمدیہ کو ایک ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی کی خدمات کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ضرورت ہے۔ جسے تاریخ اور علم اقتصاد میں اچھی واقفیت اور وسیع مطالعہ ہو۔ اُردو۔ انگریزی میں تحریر۔ تقریر کا خاص ملکہ حاصل ہو۔ خدمتِ دین کے لئے غیرت و شوق رکھنے والے احمدی احباب اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے مجھ سے خط و کتابت کریں۔ تمام درخواستیں آٹھ اپریل تک میرے پاس پہونچ جانی چاہئیں ؛ ناظر دعوت و تبلیغ قادیان ؛

وزارت شرق اردن میں تبدیلی

حسن خالد پاشا وزیر اعظم شرق اردن بعض اختلافات کی بنا پر مستعفی ہو گئے۔ امیر عبد اللہ نے ان کا استعفا منظور کر کے قلمدان وزارت عبد اللہ سراج سابق قاضی القضاۃ مکہ کے سپرد کیا ہے ؛

ایران میں فارسٹ کالج کا افتتاح

جریدہ اطلاعات طہران لکھتا ہے۔ شرگاہ کے مقام پر حکومتِ ایران نے ایک فارسٹ کالج کھولا ہے جس میں طلباء کو جنگلات کی غور و پرداخت کی تعلیم دی جائیگی ؛

بچہ سقہ کا آخری جرنیل ہلاک کر دیا گیا

معلوم ہوا ہے۔ بچہ سقہ کا آخری جرنیل عبد الغفور خان نادر شاہ والئے کابل کے حکم سے ہلاک کر دیا گیا۔ اس شخص نے امان اللہ خان سے روگردان ہو کر بچہ سقہ کے دور حکومت میں سخت مظالم کئے تھے ؛

مصر میں غیر ملکی اشیاء کا بائیکاٹ

قاہرہ کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ وطنی مصنوعات کو ترقی دینے کے لئے غیر ملکی اشیاء کا بائیکاٹ کیا جا رہا ہے۔ جماعت وفد کے لیڈر اور رئیس الاحرار نحاس پاشا سابق وزیر اعظم نے یورپین ٹوپی کا استعمال ترک کر کے اس کی جگہ مصری رومال کا استعمال شروع کر دیا ہے ؛

مجلس اتحاد یورپ میں ترکی کا داخلہ

المقطم راوی ہے۔ کہ ترکی نے اتحاد یورپ کی مجلس میں اس شرط پر شرکت کا وعدہ کر لیا ہے۔ کہ اس میں جتنے ممالک شریک ہیں سب کا مرتبہ مساوی تسلیم کیا جائے۔ اور سب سے یکساں سلوک ہو ؛

عراق اور ترکی میں تجارتی معاہدہ

یہی اخبار لکھتا ہے۔ عراق اور ترکی حکومتوں میں ایک تجارتی معاہدہ کے متعلق کامیابی کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ اور امید ہے اوائل اپریل میں یہ معاہدہ مکمل ہو جائے گا ؛

افغانی سفیر متعینہ برلن کا استعفا

معلوم ہوا ہے۔ سردار عبد الہادی خان سفیر افغانستان متعینہ برلن نے حکومت افغانستان کی خارجہ پالیسی سے اختلاف کی بنا پر اپنے منصب سے استعفےٰ دیدیا ہے ؛

کابل کے اطالوی اور ترکی سفراء

حکومت نادر شاہ کے زمانہ میں حکومت اطالیہ کا پہلا سفیر اب کابل پہونچا ہے۔ اسی طرح ترکی سفیر ڈاکٹر یوسف ہمت بے بھی ابھی دنوں وہاں پہونچے ہیں ؛

احمدیہ صنعتی نمائش کو بارونق بنایئے

جیسا کہ پہلے اعلان ہو چکا ہے۔ مجلس مشاورت کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت احمدیہ صنعتی نمائش منعقد ہو گی۔ جس کو بارونق اور پر منفعت بنانے کے لئے ان تمام احمدیوں کو کوشش کرنی چاہیئے۔ جو کسی قسم کا صنعتی اور تجارتی سامان بناتے اور فروخت کرتے ہیں۔ اور اپنی اپنی اشیاء ساتھ لانی چاہئیں ؛

چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ اس لئے ابھی سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے ؛

ترکی اور روس میں معاہدہ

تجارت، اور جہاز رانی کے متعلق ترکی اور روس کی حکومتوں میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۱۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

مجلس مشاورت ۱۹۳۱ء

ہر احمدی جماعت اپنے نمائندے بھیجے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک عہد کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت وُہ اجتماع ہے۔ جو مجلس مشاورت کے نام سے ۱۹۲۲ء سے ہر سال مرکز سلسلہ میں منعقد ہوتا ہے۔ اور جس میں تمام احمدی جماعتوں کے نمائندوں کو شمولیت کے لئے امرھم شورٰی بینھم کے ارشاد الٰہی کی تعمیل کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ اس اجتماع کی غرض مختصر الفاظ میں یہ ہے۔ کہ ایسے امور جن کا جماعت احمدیہ کے قیام اور ترقی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ان کے متعلق مختلف جماعتوں کے نمائندوں کو جمع کر کے مشورہ لیا جائے۔ تاکہ وُہ فرائض جو سلسلہ کی طرف سے ہر ایک احمدی پر عائد ہوتے ہیں۔ اور جن کا بجا لانا ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے۔ جو احمدی کہلاتا اور دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے۔ عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیئے جاسکیں اور سلسلہ کی ان ضروریات سے جماعتوں کے نمائندے خود واقف ہو کر اپنی اپنی جماعتوں کو آگاہ کر سکیں۔ جو خدمت دین کے متعلق درپیش ہوں ؂

ظاہر ہے۔ کہ مجلس مشاورت کی یہ غرض نہایت اہم اور جماعت کی ترقی اور استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ وُہ مقدس وجود جسے خدا تعالےٰ نے جماعت کی نگرانی اور راہ نمائی کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اس کا اپنے خدام کو یہ اجازت دینا۔ کہ اہم امور کے متعلق اپنی اپنی رائے پیش کریں۔ اور پھر ان آراء کو پیش نظر رکھ کر طریق عمل کا فیصلہ فرمانا نہ صرف اس فیصلے کے ہر پہلو سے مکمل اور مفید ہونے کا ذریعہ ہے۔ بلکہ تمام جماعتوں میں کام کرنے کا مزید شوق اور جوش پیدا کرنے کا بھی موجب ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ہر سال کی مجلس مشاورت کے ذریعہ جماعت کو یہ فوائد حاصل ہوتے۔ اور اس کی قوت عمل میں معتدبہ اضافہ ہو جاتا ہے ؂

اس سال جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے۔ یہ مجلس ۳-۴-۵ اپریل کو منعقد ہو گی۔ جسے کامیاب اور مفید بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہندوستان کی ہر جماعت احمدیہ اپنے نمائندے بھیجے۔ تاکہ وُہ ان امور کے متعلق ضروری مشورے دے سکیں۔ جو اس دفعہ پیش ہونے والے ہیں۔ اور جن کی اہمیت کا اندازہ اس ایجنڈا سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو بیرونی جماعتوں کو بھیجا جا چکا ہے۔ اس وقت تک صُوبہ پنجاب کی بہت سی جماعتوں کے نمائندے تو شریک ہوتے ہیں۔ لیکن دیگر صُوبوں کے نمائندے بہت کم آتے ہیں۔ بے شک پنجاب کی نسبت دُوسرے صوبوں میں احمدیہ جماعتوں کی تعداد کم ہے۔ لیکن جماعتوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی کم نمائندے آتے ہیں۔ ہر ایک جماعت کو خواہ وُہ پنجاب کی ہو۔ یا صُوبہ سرحد کی سندھ کی ہو۔ یا یو۔ پی کی۔ بنگال کی ہو۔ یا بہار و اڑیسہ کی۔ یا ہندوستانی ریاستوں کی۔ اسے ضرور اپنے نمائندے مجلس مشاورت میں بھیجنے چاہئیں۔ تاکہ وُہ اپنے اپنے علاقہ کے لحاظ سے اور اپنے مقامی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مشورہ دے سکیں۔ اور دوسرے صوبوں اور علاقوں کی جماعتوں کے حالات سے آگاہ ہو سکیں۔ علاوہ ازیں چونکہ مجلس مشاورت میں جماعت کے متعلق ایسے اصُولی فیصلے ہوتے ہیں۔ جو مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جن پر عمل کرنا تمام جماعتوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے متعلق تفصیلی حالات سے آگاہی نمائندوں کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ پس ہر جماعت کو ضرور اپنے نمائندے بھیجنے چاہئیں۔ اور ایسے نمائندے بھیجنے چاہئیں جو جماعت میں ذمہ وارانہ حیثیت رکھتے ہوں۔ سلسلہ کا کام کرنے کیلئے نہ صرف خود جوش رکھتے ہوں۔ بلکہ دوسروں سے بھی کام کرا سکتے ہوں۔ اور مجلس مشاورت کے فیصلے ان کے ذہن نشین کر سکتے ہوں ؂

در اصل مجلس مشاورت اسی صورت میں مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہے۔ جبکہ اس میں شریک ہونے والے نمائندے سلسلہ کی خدمت کرنے کا شوق اور اخلاص رکھنے کے ساتھ ہی معاملہ فہمی کی استعداد بھی رکھتے ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کئی بار اس طرف جماعتوں کو توجہ دلا چکے ہیں۔ اور بہترین نمائندے منتخب کر کے بھیجنے کا ارشاد فرما چکے ہیں۔ پس تمام جماعتوں کو اپنے نمائندے مجلس مشاورت میں شمولیت کے لئے ضرور بھیجنے چاہئیں۔ اور اپنے میں سے قابل ترین اصحاب بھیجنے چاہئیں ؂

اس وقت مسلمانان ہند جن مشکلات میں سے گزر رہے ہیں۔ اور جن خطرات کا انہیں سامنا ہے۔ وُہ ہر مسلمان کے لئے نہایت ہی رُوح فرسا ہیں۔ واقعات اور حالات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہونے والا ہے۔ اور یہ بھی صاف طور پر نظر آرہا ہے۔ کہ اگر مسلمان بیدار نہ ہوئے۔ اور ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہ ہوا۔ تو وُہ اس طرح پسے اور کچلے جائیں گے۔ کہ پھر اُٹھ نہ سکیں گے۔ ان خطرناک حالات کے متعلق بھی جماعت احمدیہ کا فرض ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ مصائب اور مشکلات کو دُور کرنے اور مسلمانوں کی حفاظت کا سامان تجویز کرنے کی کوشش کرے۔ جماعت کے نمائندوں کو اس نہایت اہم امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی مشاورت میں شریک ہونا چاہیئے۔ اور پیش آمدہ مشکلات کے حل کرنے میں ممد و معاون بننا چاہیئے ؂

اس موقعہ پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجلس مشاورت میں شریک ہونے والے اصحاب کی توجہ ان ہدایات کی طرف مبذول کرائی جائے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مشورہ دینے والوں کے لئے ضروری قرار دی ہیں۔ سب سے پہلی ہدایت تو حضور کی طرف سے یہ ہے۔ کہ مجلس مشاورت میں شریک ہونے والا ہر شخص یہ دعا کرے۔ کہ الٰہی میں تیرے لئے آیا ہوں۔ تو ہی میری راہ نمائی کر۔ کسی معاملہ میں میری نظر ذاتیات پر نہ پڑے۔ نہ ایسا ہو۔ کہ کوئی رائے غلط دُوں۔ اور اس پر زور دوں۔ کہ مانی جائے۔ اور اس سے دین کو نقصان پہونچے۔ نہ ایسا ہو۔ کہ کوئی ایسی رائے دے۔ جو ہو تو غلط۔ مگر [illegible] یا طلاقت لسانی سے [illegible] متفق ہو جاؤں۔ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ مجھ میں نفسانیت آجائے۔ یا اپنی شہرت یا عزت کا خیال پیدا ہو۔ یا یہ کہ بڑائی کا خیال پیدا ہو۔ نہ ایسا ہو کہ میری رائے غلط اور مضر ہو۔ میری نیت درست رہے۔ میری رائے درست ہو۔ اور تیرے منشاء کے ماتحت ہو ؂

دوم۔ ذاتی باتوں کو دل سے نکال دیا جائے۔ اپنے دماغ کو صاف اور خالی کر کے مجلس میں بیٹھنا چاہیئے ؂

سوم۔ کسی کی خاطر رائے نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ جو رائے صحیح سمجھیں۔ وُہ دیں ؂

چہارم۔ جو سچی بات ہو۔ اسے تسلیم کرنے سے پرہیز نہیں کرنا چاہیئے۔ خواہ اسے کوئی پیش کرے ؂

پنجم۔ کوئی رائے قائم کرتے وقت جلد بازی سے کام نہ لیا جائے چاہیئے کہ دوسروں کی باتیں سُنیں۔ ان کا موازنہ کریں۔ اور پھر رائے پیش کریں ؂

ششم۔ کبھی یہ خیال نہ کرو۔ کہ ہماری رائے ہی مضبوط اور بے خطا ہے۔ مجلس میں علم کی وسعت کے خیال سے بیٹھنا چاہیئے۔

ہفتم۔ ہمیشہ واقعات کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ احساسات کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

ہشتم۔ دو قسم کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک وُہ جن میں دینی فائدہ زیادہ ہو۔ اور دنیوی کم۔ دوسری وُہ جن میں دنیوی فائدہ زیادہ ہو۔ اور دینی کم۔ چونکہ ہم مذہبی جماعت ہیں۔ اس لئے ہمیں اس بات کے حق میں رائے دینی چاہیئے جس میں دینی فائدہ زیادہ ہو۔

یہ وُہ موٹی موٹی ہدایات ہیں۔ جنہیں ہر نمائندہ جماعت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔

بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی کا افسوسناک واقعہ

بھگت سنگھ اور اس کے دو ساتھیوں کی پھانسی کا واقعہ اس لحاظ سے نہایت ہی قابلِ افسوس اور رنج افزا واقعہ ہے۔ کہ وہ نوجوان جو اپنی قوم اور ملک کے لئے مفید خدمات سرانجام دے سکتے تھے۔ ان کی زندگیوں کا حسرت ناک خاتمہ ہو گیا۔ لیکن اس کی ذمہ داری انہی لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو عاقبت نااندیش اور جوشیلے نوجوانوں کے جلد مشتعل ہو جانے والے جذبات سے کھیلتے اور انہیں خونریزی پر دانستہ یا نادانستہ آمادہ کرتے ہیں۔ قانونی طور پر یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ بھگت سنگھ اور اس کے ساتھیوں نے سرکاری ملازموں کو قتل کیا۔ حکومت کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ قانون کے منشاء کو پورا کرے۔ البتہ ایک صورت باقی تھی۔ اور وُہ یہ۔ کہ مجرمین رحم کی درخواست کرتے۔ اور اس طرح اپنے افعال کے ناروا ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ظاہر کرتے۔ کہ پھر وُہ اس راستہ پر نہیں چلیں گے۔ اور اگر وُہ ایسا کرتے۔ تو حکومت کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] کہ آخری منزل تک انہیں نہ پہونچاتی۔ لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار نہ ہوئے۔ اور گورنمنٹ کو [illegible] اٹھانا پڑا۔ جس کے لئے قانونی طور پر وُہ مجبور تھی۔ اب گورنمنٹ پر اعتراض کرنا اور اسے بُرا بھلا کہنا فضول ہے۔ وُہ لوگ جو اس بارے میں گورنمنٹ پر الزام لگا رہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ کی پوزیشن میں اپنے آپ کو رکھ کر غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ ان کا سارا شور و شر بیجا ہے۔ اگر ان کی ہندوستان میں حکومت قائم ہو۔ اور اس حکومت کے سرکاری ملازموں کے قتل کے جرم میں کچھ لوگ قانونی طور پر مجرم ثابت ہو جائیں۔ جو رحم کی درخواست دینے کے لئے بھی تیار نہ ہوں۔ تو انہیں کس سلوک کا مستحق سمجھا جائے گا۔ یقیناً پھانسی سے کم ان کو کوئی سزا نہ دی جائے گی۔ ہر گورنمنٹ ان حالات میں وہی کرے گی۔ جو موجودہ گورنمنٹ نے کیا ہے۔ پس عدل و انصاف کو کسی حالت میں بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بڑے سے بڑے مخالف اور دشمن کو بھی اسی نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ جس کا از روئے انصاف وُہ مستحق ہو۔

اگر اس اصل کو پیشِ نظر رکھ کر بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی کو دیکھا جائے۔ تو اس بنا پر گورنمنٹ کے خلاف شور مچانے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور وُہ لوگ جو ہندوستان کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں اپنے عمل سے یہ ثبوت پیش کرنا چاہیئے کہ قانون اور ضابطہ کا احترام ان کا سب سے بڑا فرض ہوگا۔ اور کسی صورت میں بھی قانون کی پابندی نظرانداز نہیں کریں گے۔ لیکن آج اگر وُہ قانون کے رُو سے ثابت شدہ مجرموں کے متعلق اس لئے شور و شر پیدا کر سکتے ہیں۔ کہ کیوں ان کے ساتھ قانونی سلوک کیا گیا۔ تو کل خود بھی انہیں اس کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ کہ ان سے قانون کو نظرانداز کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ اور اسے وجہ فساد بنا لیا جائے۔ تو وہ کیا کریں گے۔ اس بات کی جازت دینے والی حکومت کا جو انجام ہو سکتا ہے۔ وُہ ظاہر ہے۔

گاندھی جی اور ہندو

وُہ ہندو جو گاندھی جی کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے یہاں تک کہہ رہے ہیں۔ کہ:۔

"صرف ہندوستان کے ہندو اور مسلمان ہی کیا۔ بلکہ آج مصر اور فلسطین بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے میں اپنی شان محسوس کرتے ہیں۔ اور ان کی پیروی میں اپنی سیاسی اور اقتصادی نجات سمجھتے ہیں۔" (پرتاپ ۲۲ مارچ)

انہیں مہاراجہ صاحب بردوان کے حسب ذیل الفاظ پر غور کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا:۔

"یا تو مسٹر گاندھی کی تحریک مسٹر گاندھی کو نگل کر ختم ہو جائیگی یا مسٹر گاندھی اس سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور اس طرح ختم ہو جائے گی۔"

یہ نہ تو ہندوستان کے کسی مسلمان کے الفاظ ہیں۔ نہ مصر اور فلسطین کی آواز ہے۔ بلکہ ایک ہندو مہاراجہ کی رائے ہے۔ اور اس قسم کی رائے رکھنے والوں کی ہندوستان میں کمی نہیں۔ ان حالات میں کیسے نادان ہیں وُہ لوگ جو نہ صرف تمام ہندوؤں کو بلکہ تمام مسلمانوں کو بھی۔ اور مصر و فلسطین کے مسلمانوں کو ان کی پیروی میں اپنی سیاسی اور اقتصادی نجات سمجھنے والے قرار دے رہے ہیں۔

دراصل گاندھی جی کی پیروی کرنے والا نہ کوئی ہندوستان میں ہے اور نہ کسی اور ملک میں۔ ہر قوم اپنی اپنی خواہشات اور اپنی اپنی امنگوں کی پیروی کر رہی ہے۔ گاندھی جی بھی اسی رَو میں بہہ رہے ہیں۔ ورنہ وُہ ذرا رائے عامہ کے خلاف کچھ کر کے تو دکھائیں۔ انہیں معلوم ہو جائے کہ انکی پیروی کرنیوالے کتنے لوگ ہیں۔

مُسلمانوں کے مُطالبات اور ہندو

کانگرسی ہندو جہاں یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ:۔

"مسلمانوں کے جو مطالبات اس وقت تک سامنے آچکے ہیں اور جن پر مسٹر جناح نے لنڈن میں بھی زور دیا۔ وُہ سب کے سب اس قابل نہیں۔ کہ انہیں منظور کیا جا سکے۔" (ملاپ ۲۰ مارچ)

وہاں بڑا احسان جتاتے ہوئے یہ اعتراف بھی کر رہے ہیں۔ کہ

"مسلمانوں نے سرحدی صوبہ کو ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے برابر درجہ دینے کا جو مطالبہ کر رکھا ہے۔ اس کی مخالفت نہیں کی جا سکتی۔"

کیوں مخالفت نہیں کی جا سکتی۔ اس کی وجہ بھی سن لیجئے۔ جو یہ ہے۔

"اور سرحد کے گاندھی خان عبدالغفار خان اس بات پر تیار ہیں۔ کہ وُہ ہندوؤں کو ہر قسم کا اطمینان دلانے پر آمادہ ہیں۔ اور جو تحفظات ہندو چاہتے ہیں۔ وُہ انہیں منظور کرتے ہیں۔"

جب ہندوؤں کو سرحد میں منہ مانگے تحفظات کے متعلق اطمینان حاصل ہو جائے۔ تو پھر انہیں اس بات میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ سرحد کو دوسرے صوبوں کے برابر درجہ دیدیا جائے۔ لیکن جس طرح ہندوؤں کو سرحد میں اپنے متعلق تحفظات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح وُہ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظات دینے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔ اور کیوں مسلمانوں کو یہ اطمینان نہیں دلاتے۔ کہ جو تحفظات وُہ چاہتے ہیں۔ وُہ انہیں دے دیئے جائیں گے۔

کیا اس سے ظاہر نہیں۔ کہ مسلمان تو ہندوؤں کے مطالبات پورے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہندو مسلمانوں کے مطالبات پورے نہیں کرنا چاہتے۔ ان حالات میں مسلمان اگر ہندوؤں پر اعتماد نہ کریں۔ تو بالکل حق بجانب ہیں۔

تعلیم یافتہ ہندوؤں کا فسادات میں حصہ

پہلے ہندو مسلمانوں میں جہاں جہاں فساد ہوتے تھے۔ ان میں عوام کا دخل بتایا جاتا تھا۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ علیحدہ سمجھا جاتا تھا لیکن اب ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف جو نئی مہم شروع کی ہے اس میں تعلیم یافتہ اور خاص کر ہندو طلباء پیش پیش نظر آتے ہیں۔ بنارس کے فساد میں ہندو یونیورسٹی کے طلباء نے مکمل حصہ لیا اور مسلمانوں کو بہت کچھ نقصان پہونچا۔ آگرہ کے فساد میں بھی ہندو طلباء کا بہت دخل بتایا جاتا ہے۔ بلکہ فساد کی زیادہ ذمہ واری انہی پر ڈالی جا رہی ہے۔

یہ نوجوانوں میں بے جا جوش اور قانون شکنی کے جراثیم پیدا کرنے کا نتیجہ ہے۔ اور ہندوستان کی بدقسمتی۔ کہ اس میں کثیر التعداد قوم کے نوجوان اپنے ہی ہمسایوں اور وطنی بھائیوں کی تباہی کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

طلباءِ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا خطاب

۲۰ مارچ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی دسویں جماعت کے طلباء نے ایک جلسہ منعقد کر کے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں جو ایڈریس پیش کیا۔ وہ اور حضرت اقدس کی طرف سے اس کے متعلق تقریر درج ذیل کی جاتی ہے ٭

ایڈیٹر

ایڈریس

اس مبارک تقریب کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔ کہ دسویں جماعت کے طلباء قادیان سے مرخص ہونے سے پیشتر حضور کی دعاؤں اور بصیرت افروز قیمتی نصائح سے استفادہ کی خاطر حضور کو ایک دعوت میں مدعو کرنے کا فخر حاصل کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے۔ کہ امتحان سے پیشتر بعض وجوہات کی بنا پر حضور سے ملاقات کا شرف نہ حاصل کر سکے۔ اس لئے اب ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ حضور سے درخواست کریں۔ کہ اس تقریب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشیں۔ اور اس طرح ہمیں سکول کی اس روایت کو قائم رکھنے کا موقعہ عطا فرمائیں۔ جو ہمیں بہت عزیز ہے ہم سب بے حد ممنون ہیں۔ کہ حضور نے علالت طبع اور بہت اہم ذمہ داریوں میں بے حد مصروفیت کے باوجود ہماری درخواست کو منظور فرما لیا۔

یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ قادیان امتحان میٹریکولیشن کا سنٹر مقرر ہوا ہے۔ اور دہاریوال مشن سکول۔ دہاریوال ڈی۔ اے۔ وی سکول سری گوبند پور ہائی سکول۔ اور مقامی ڈی اے وی ہائی سکول کے اکثر طلباء ہمارے مہمان ہیں۔

حضور کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی وجہ سے ہمارے اندر مہمان نوازی کی جو سپرٹ پیدا ہو چکی ہے۔ اس کے ماتحت ہم نے ان کی مہمان نوازی اپنا فرض سمجھا۔ اور ان کے آرام و آسائش کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ پھر بھی ممکن ہے۔ ہمارے انتظامات میں کسی نقص کی وجہ سے انہیں بعض تکالیف کا سامنا ہوا ہو جس کے لئے ہم ان سے معافی کے خواستگار ہیں۔ اور درخواست کرتے ہیں۔ کہ انہیں دل سے بھلا دیں۔ تاہم برادرانہ محبت اور ہمدردی سے لبریز جذبات کے ساتھ دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے جدا ہوں۔

حضور کی تعلیم کا ایک نہایت اہم پہلو جس پر ہم دلی جوش اور توجہ سے ہمیشہ کاربند رہیں گے۔ کیونکہ ملک کی بہبودی اور مختلف اقوام میں اتحاد و یگانگت کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے بانیوں کی عزت و توقیر کا ایک نہایت قیمتی اصل ہے۔ نبوت اور رسالت صرف کسی ایک ملک یا کسی خاص قوم کے لئے مخصوص نہیں رہی۔ بلکہ خدا کے اس فضل اور انعام سے ہر قوم اور ہر ملک متمتع ہوتا رہا ہے۔ اور اہل وطن میں مودت و محبت رواداری اور فراخ حوصلگی کے بلند و بالا جذبات پیدا کرنے کے لئے حضور نے یوم النبی کی جو تحریک جاری فرمائی ہے۔ وہ مادر وطن کے فرزندوں میں امن و امان اور صلح و آشتی پیدا کرنے کا بنیادی پتھر ہے۔

آخر میں ہم حضور سے بادب ملتمس ہیں۔ کہ امتحان میں ہماری کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ اور زندگی کے جس نئے دور میں ہم داخل ہو رہے ہیں۔ اس کے لئے ہم کو ضروری مشورے دیں۔ اور اس معاملہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔ کہ ملک و ملت کی بہترین خدمت ہم کس طرح سرانجام دے سکتے ہیں۔ حضور کی تکلیف فرمائی کا ہم ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم ہیں حضور کے ناچیز خدام

طلباء جماعت دہم تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر

جیسا کہ میرے عزیزوں نے اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے میں اس دفعہ بیماری کی وجہ سے اس وقت جبکہ ہائی سکول کے طلباء کا امتحان قریب تھا۔ اور جن ایام میں کہ عادتاً میں یہاں سے جانے والے بچوں کو بعض نصیحتیں کیا کرتا ہوں۔ باہر گیا ہوا تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے ایسا سامان کر دیا کہ اب کے

امتحان کا سنٹر

یہاں مقرر ہو گیا۔ اس لئے باوجود اس کے کہ امتحان سے پہلے مجھے طلباء کو نصائح کرنے کی فرصت نہ تھی۔ اب اس بات کا موقعہ مل گیا کہ انہیں کچھ نصائح کر دوں۔

سب سے پہلے تو میں ان کے

ایڈریس کے متعلق ایک نصیحت

کرنی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ انسان کے احساسات اور خیالات اس کے اعمال پر بہت کچھ اثر انداز ہوتے ہیں۔ انسان جس قسم کی نیت اور خواہش رکھتا ہے۔ اگر وہ سچی اور سنجیدگی سے اس کے دل میں قائم ہوئی ہو۔ تو آئندہ اعمال اس کے مطابق بدلتے جاتے ہیں۔ ایڈریس میں ہمارے طلباء نے باہر سے آنے والے طلباء کے متعلق اپنی

مہمان نوازی اور خاطر داری

کی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ میں چونکہ باہر کم نکلتا ہوں۔ اور ان باتوں کے علاوہ جن کی میں ضرورت سمجھتا ہوں۔ دوسری باتیں کم کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ واقعہ میں انہوں نے اسی رنگ میں مہمان نوازی کی ہے۔ یا نہیں۔ جس کی اسلام میں تاکید ہے۔ اور جو

ایک مسلم کی شان کے شایاں

ہے۔ لیکن اس بارے میں جو بات انہوں نے کہی ہے۔ اسے درست تسلیم کرتے ہوئے بھی میں کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ایک فقرہ ایڈریس میں ایسا کہا ہے۔ جو مجھے پسند نہیں آیا۔ اور وہ یہ ہے

May be they might have experienced certain inconveniences due to some drawbacks in our arrangements.

اس فقرہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے۔ کہ مہمان نوازی کے متعلق انہوں نے جو کام کیا ہے۔ اس پر وہ مطمئن ہیں۔ اور اسے کافی سمجھتے ہیں۔ یہ روح غلط ہے۔ ہمیں

ہر نیکی کرتے وقت

یہ احساس ہونا چاہیئے کہ نیکی ہمیں آتی نہیں۔ اور اتنی پسندیدہ کہ جو کچھ اس کے متعلق کیا۔ اسے ہم بہت تھوڑا سمجھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اسے اور زیادہ عمدگی سے کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے بچوں کو آئندہ جب کبھی موقعہ ملے۔ چاہے اپنے گھر میں کسی کی مہمان نوازی کریں۔ چاہے کسی مسافر سے سفر میں معاملہ کریں۔ چاہے۔ اس قسم کے

عام میل ملاپ

کا موقعہ ملے۔ جیسا کہ اس دفعہ امتحان کے موقعہ پر انہیں ملا ہے۔ تو ان میں یہ احساس نہ ہو۔ کہ ہم نے جو کرنا تھا۔ کر لیا۔ اور یہ نہ سمجھیں۔ کہ ممکن ہے۔ اس میں کوئی کوتاہی ہو گئی ہو۔ بلکہ یہ سمجھیں۔ کہ یقیناً اس معیار کے مطابق ہم نہیں کر سکے۔ جس کے مطابق ہمیں کرنا چاہیئے تھا

ہمارے بچوں کو

ہمیشہ اپنے ذہن اور ارادہ کو بلند رکھنا چاہیئے۔ میں اس وقت ایک

ایسے شخص کا قول جو مجھ سے مشابہت رکھتا ہے۔ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا

خلیفہ ثانی

ہے۔ ہدایت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں۔ نیّۃُ المومن خیر من عملہ مومن جو کام کرتا ہے۔ اس کی نیت اس سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے۔ اس کے متعلق یہی کہتا ہے۔ کہ کچھ نہیں کیا۔ اس سے بڑھ کر کرنا چاہیئے تھا۔ پس تم ہمیشہ جب اپنے دوستوں یا دوسروں سے مل کر ان کی خدمت کرو۔ ان کے آرام و آسائش کے لئے کوشش کرو۔ اپنے بزرگوں کا ادب و احترام کرو۔ تو وہ اس قدر ہو جس قدر تم کر سکتے ہو۔ اور جتنا زیادہ کر سکو۔ کرو۔ لیکن اس کے ساتھ یہ احساس ہو۔ کہ ہم نے

کچھ نہیں کیا

اور جو کچھ کیا۔ اس سے بہت زیادہ ہمیں کرنا چاہیئے تھا۔

بچوں نے اپنے ایڈریس میں ایک نہایت

مناسب موقعہ بات

پیش کی ہے۔ جسے میں اس وقت نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ایڈریس میں ان تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے لوگوں کے آپس میں ہونے چاہئیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ اسے بدقسمتی کہوں یا خوش قسمتی۔ کیونکہ میں

انجام سے واقف

نہیں ہوں۔ انجام اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن واقعات ایسے ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے مختلف مذاہب اور مختلف اقوام کے لوگوں کے آپس کے تعلقات ایسے اچھے نہیں۔ جیسی اچھی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ باوجود اس کے کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ خواہش ہے۔ اور وہ کوشش بھی کرتے ہیں۔ کہ

آپس کے تعلقات

بہتر ہوں۔ مگر تعلقات بگڑتے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ مسلمان ہونے کے لحاظ سے یہ

بہترین نصیحت

ہوگی۔ جو میں بچوں کو کروں گا۔ کہ وہ ملک کی موجودہ فضاء کو بدلنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ اس لئے بھی کہ یہ ملک کی بہترین خدمت ہے۔ اور اسلئے بھی کہ ہماری جماعت

تبلیغی جماعت

ہے۔ اور چونکہ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ہم دوسرے لوگوں کو اپنے اندر داخل کریں۔ اس وجہ سے ہماری وہ کوششیں جو لوگوں کی

عام بھلائی اور بہتری

سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہیں بھی لوگ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ گو ہمارا فعل اس ڈاکٹر کی طرح ہوتا ہے۔ جو نشتر سے کر چیر تا پھاڑتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر کی نیت کی تو لوگ تعریف کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کسی قسم کے اختلاف کے نیچے نہیں دبی ہوتی۔ اور اس کے کام کو اچھا سمجھتے ہیں۔ لیکن جو

عقائد کے اختلاف

کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اسے برا سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے ہماری وہ نیت اور ارادہ جو لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہوتا ہے۔ بہت پوشیدہ ہے۔ ہمیں ضرورت ہے۔ کہ اس کے اظہار کی کوشش کریں۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے معاملات جو دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جن میں عقائد کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ ان کے متعلق ایسا رویہ اختیار کریں۔ کہ لوگوں کو محسوس ہو۔ ہم ان کے

ہمدرد اور خیر خواہ

ہیں۔ پس ہمارے بچے سکول میں یا باہر یا جہاں کام کریں۔ یہ مقصد ان کے مدنظر رہے۔ وہ دوسری اقوام اور دیگر مذاہب کے لوگوں سے ایسا اچھا سلوک کریں۔ کہ وہ یہ ماننے کے لئے مجبور ہو جائیں۔ کہ یہ

بنی نوع انسان کے سچے خادم

اور حقیقی وفادار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کا جو اصل مقصد ہے۔ اور جو ہر اس شخص کا ہونا چاہیئے۔ جو اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ اسے نہ بھولیں۔ یعنی جسے

سچائی اور صداقت

سمجھتے ہیں۔ اسے پیش کرتے رہیں۔ جو شخص کسی مذہب کو مانتا ہے لیکن دوسروں کے سامنے اسے پیش نہیں کرتا۔ وہ یا تو خود دھوکہ خوردہ ہے۔ یا دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ایک عیسائی۔ ایک سناتنی۔ ایک آریہ ایک سکھ ایک مسلمان ان میں سے ہر ایک جو اپنے

مذہب کو سچا

تسلیم کرتا ہے۔ اس کے لئے یہ فرض کا سوال نہیں۔ بلکہ ناممکن ہے کہ وہ اپنا مذہب دوسروں کے سامنے پیش نہ کرے۔ اور اگر پیش نہ کرے۔ تو یقیناً دو باتوں میں سے ایک ہوگی۔ یا تو وہ خود دھوکہ خوردہ ہوگا۔ یا دوسروں کو دھوکہ دے رہا ہوگا۔ اور مذہب کو سچا سمجھنا ہمارے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں نے

عیسائیوں کی کتابیں

پڑھی ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی سچائی پر بہت زور دیتے ہیں۔ اسی طرح دیگر مذاہب کے لوگ کرتے ہیں۔ عیسائیوں میں ایسے لوگ ہیں۔ جو

مذہب کی خاطر

جانیں قربان کرتے رہتے ہیں۔ امریکہ سے چین میں کئی مشنری آئے اور انہوں نے جانیں دیں۔ ان میں مرد بھی تھے۔ اور عورتیں بھی۔ اور ایک کے مارے جانے پر دوسرا اس کی جگہ لینے کے لئے آ جاتا۔ اور جان دینے کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ اگر وہ اپنے مذہب کو سچا نہ سمجھتے۔ تو پھر جانیں کیوں دیتے۔ جان دینا۔ ملک چھوڑنا اور روپیہ خرچ کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ یہ

تمام قربانیاں

وہ مذہب کے لئے کرتے ہیں۔ اس سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ ان کا مذہب ہمارے نزدیک خواہ سچا نہ ہو لیکن وہ لوگ نیک نیت اور بنی نوع انسان کے خادم ضرور ہیں۔ اور ان کے منہ سے جو بات نکلے۔ وہ کسی کو بری نہیں لگنی چاہیئے۔ وہ شخص جو نیک نیتی کے ساتھ سمجھتا ہے۔ کہ ہم غلطی پر ہیں۔ اور وہ کوشش کرتا ہے۔ کہ ہمیں غلطی سے نکالے۔ اس کی بات سنکر تو ہمارا دل اس کی محبت سے بھر جانا چاہیئے۔ مجھے تو خواہ کوئی ہندو۔ یا عیسائی یا سکھ آ کر اپنے مذہب کی دعوت دے۔ تو میرا دل اس کی محبت سے بھر جاتا ہے اور اسے

قابل تعریف

سمجھتا ہوں۔ ہم جس چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور جسے سب کو ناپسند کرنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دوسروں کے بزرگوں اور قابل احترام راہنماؤں کو بلاوجہ برا کہا جائے۔ دنیا میں ہر شخص اپنی

محبوب چیزوں سے پیار

اور محبت رکھتا ہے۔ اور ان کے متعلق برے الفاظ سننا پسند نہیں کرتا۔ میں نہیں سمجھتا۔ کبھی شریف انسان یہ پسند کریں۔ کہ بازار میں جا کر ایک دوسرے کی ماں بہن کو گالیاں دیں۔ کسی فلسفہ کے ماتحت نہیں۔ بلکہ نیچر میں یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ کوئی انسان

ماں باپ کے خلاف بری بات

نہیں سن سکتا۔ اور جب کوئی ماں باپ کے متعلق برے الفاظ نہیں سن سکتا۔ تو

مذہبی بزرگوں اور پیشواؤں کے متعلق

کس طرح سن سکتا ہے۔ جو ماں باپ اور دوسرے تمام رشتہ داروں سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوتے ہیں۔

پس ہمارے نوجوانوں کو اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ دوسروں کے بزرگوں کا ہر طرح اعزاز اور اکرام کیا جائے۔

ایڈریس میں پرافٹ ڈے کی تحریک کا بھی ذکر کیا گیا ہے میرا ارادہ

پرافٹس ڈے

مقرر کرنے کا بھی ہے۔ یعنی نہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیکچر دلائے جائیں۔ بلکہ دیگر مذاہب کے بانیوں کے متعلق بھی لیکچر دیئے جائیں۔ چودھری ابوالہاشم صاحب ایم اے انسپکٹر آف سکولز بنگال جو اتفاق سے اس وقت یہاں بیٹھے ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ لکھا تھا۔ جس کے جواب میں میں نے انہیں لکھا۔ کہ میرا یہ ارادہ ہے۔ اور میں اسے عمل میں لانے کی کوشش کرونگا جب پرافٹ ڈے مستحکم ہو جائے۔ تو میرا منشا ہے۔ کہ ایک ایسا دن مقرر کیا جائے۔ جس میں

ہر مذہب کے بزرگوں کی خوبیاں

بیان کی جائیں۔ خواہ وہ ہندوؤں کے بزرگ ہوں۔ یا سکھوں کے یا عیسائیوں کے۔ تجویز یہ ہوگی کہ ہر مذہب کے بزرگ کی خوبیاں دوسرے مذاہب کے لوگ بیان کریں۔ مثلاً مسلمانوں کے بزرگوں کی۔ ہندو۔ ہندوؤں کے بزرگوں کی عیسائی۔ عیسائیوں کے بزرگوں کی مسلمان

اپنے مذہب کی تبلیغ

کرنے کے لئے تو اپنے مذہب کے بانی کی خوبیاں خود بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن پرافٹس ڈے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ یہ کوئی بناوٹ نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ جھوٹ نہیں سچ ہے۔ کہ ہر مذہب کے بانی میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کا

ہر انسان کو اعتراف

کرنا چاہیئے۔ میں مہاتما بدھ کے حالات جب بھی پڑھتا ہوں۔ میرے آنسو نکل آتے ہیں۔ اور مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ اور ہر وہ شخص جس کا دل مر نہیں گیا۔ اگر پڑھے گا۔ تو اس پر یہی اثر ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی ہندو۔ یا سکھ۔ یا عیسائی تعصب سے علیحدہ ہو کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان قربانیوں کا ذکر پڑھے گا۔ جو آپ نے دنیا کو فسق و فجور سے چھڑانے ظلمت و تاریکی سے نکالنے اور انسانیت قائم کرنے کے متعلق کیں انسانوں میں مساوات قائم کرنے کے متعلق کیں۔ تو وہ ضرور متاثر ہوگا۔ اور آپ کی

تعریف و توصیف

کرنا اپنا فرض سمجھے گا۔ اسی طرح حضرت کرشن اور رام چندر جی کے حالات پڑھنے والا۔ ان کے متعلق خراج تحسین ادا کریگا کیونکہ شرافت انسانی اور پاکیزہ فطرت ایسی ہے جو ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ پس ایک ایسا دن جس میں ایک دوسرے کے مذہب کے بانیوں کی تعریف و توصیف کی جائے تمام ملک کے لئے اور تمام اقوام کے لئے مفید ہوگا۔

اس کے بعد میں اس

نظم کے متعلق

کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جو اس وقت پڑھی گئی ہے۔ میں نے اس کے متعلق نظم کے لحاظ سے تو غور نہیں کیا۔ مگر اس میں جن

مایوس کن خیالات

کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کا میری طبیعت پر بہت بوجھ پڑا۔ یاد رکھو بے شک تم تھوڑے ہو۔ اور ابتدائی حالت میں ہو۔ مگر تمہارا مقصد اور مدعا نہایت عظیم الشان ہے۔ اور وہ یہ کہ دنیا کو نیکی و تقوے اور خدا تعالےٰ کے لئے

فتح کرنا

ہے۔ تمہارے لئے مایوسی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ایک مومن تو اگر مر بھی جائے۔ تو بھی اس کا کام منقطع نہیں ہوتا۔ تمہارا

سب سے بڑا کام

یہ ہے۔ کہ پہلے اپنے نفس کو۔ اور پھر دنیا کو فتح کرو۔ اس حالت میں مایوس ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے سامنے سے ایک شخص سر نیچے کئے ہوئے گزرا۔ تو آپ نے اس کی ٹھوڑی پر مکہ مارا۔ کہ یہ مایوسی کی شکل ہے۔ تم جو امتحان کے بعد یہاں سے جانے والے ہو۔ یہ تمہارے لئے یہاں سے جدائی نہیں۔ تم کہیں جاؤ۔ ایک ایسے رشتہ میں وابستہ ہو۔ جو تمہیں یہاں سے پیوستہ رکھے گا

رونے کا مقام

تو وہ ہوتا ہے۔ جہاں جدائی ہو۔ مگر تم جدا نہیں ہو سکتے۔ تمہیں اس صداقت نے شکار کیا ہے۔ جس کا شکار بھاگ نہیں سکتا۔ نہ اس دنیا میں نہ اس کے بعد۔ کوئی بُعد اسے دور نہیں کر سکتا۔ تم نے دنیا میں

بڑے بڑے کام

کرنے ہیں۔ تم میں یہی روح اور یہی سپرٹ ہونی چاہیئے۔ کہ کوئی چیز تمہیں مرکز سے جدا نہیں کر سکتی۔ ایک چیز ہے۔ جس سے رنج ہو سکتا ہے اور وہ یہی۔ کہ

دین کی خدمت

کے متعلق کوتاہیاں ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کو اس طرح خوش نہ کیا جا سکے جس طرح کرنا چاہیئے۔ یا دنیا کی خدمت اس طرح نہ ہو سکے۔ جس طرح ہونی چاہیئے۔ اس پر اگر تمہیں رنج ہو۔ صدمہ ہو۔ درد ہو۔ تو یہ صحیح ہوگا۔ جائز ہوگا۔ اور مفید ہوگا۔ مگر یہ درد کہ یہاں سے جا رہے ہیں۔ درست نہیں۔

تم جاتے کہاں ہو

تم تو یہیں ہو۔ کیونکہ جب تم جا رہے ہو۔ تمہاری نیت یہی ہے۔ کہ پھر آؤ۔ اور بار بار آؤ۔ پس اپنی ہمتوں کو بلند کرو۔ اور ساری دنیا کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرو۔ جیسا کہ میں نے

انصار اللّٰہ

سے عہد لیا ہے۔ تم نہ اپنے لئے بلکہ دنیا کے لئے کام کرو۔ تاکہ تمہاری زندگیاں مفید ہوں۔

میں اس تقریب کے خاتمہ پر

بچوں کے لئے دعا

کرونگا۔ چونکہ یہاں اس وقت مختلف عقائد اور مختلف مذاہب کے لوگ بیٹھے ہیں۔ اس لئے اعلان کرتا ہوں۔ کہ جو دعا کے قائل نہ ہوں۔ وہ بے تکلفی سے بیٹھے رہیں۔ اور دعا میں شریک نہ ہوں۔ یا جس طرح اور جس طریق سے چاہیں۔ دعا کریں۔ ولایت میں ہم اسی طرح کرتے رہے۔ ہماری کسی مجلس میں جس میں دعا کی جاتی جو لوگ دعا کے قائل نہ ہوتے۔ انہیں کہدیا جاتا۔ وہ جس طرح چاہیں عمل کریں۔ دکھاوے کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کے دعا میں شریک نہ ہونے کو ناپسند نہیں کریں گے۔

مجلس مشاورت میں آنیوالے احباب کی خدمت میں گزارش

مرکزی لائبریری تالیف و تصنیف میں ایسی کتب اور اشتہارات کا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو مخالفین اسلام نے اسلام کے خلاف اور مخالفین سلسلہ احمدیہ نے احمدیت کے خلاف شائع کئے ہوں۔ خواہ ایسی تصنیفات پرانی ہوں۔ یا نئی۔ اس کے علاوہ ایسی کتب کی بھی ضرورت ہے۔ جو کسی مذہب کی تائید یا مخالفت میں لکھی گئی ہوں۔ احباب حتی الوسع ایسی کتب فراہم فرما کر اپنے اپنے حلقوں کے نمائندوں کے ذریعہ ارسال کریں۔ (ناظر تالیف و تصنیف)

حصہ وصیت میں اضافہ

جناب میاں محمد شریف صاحب ای۔ اے۔ سی۔ انبالہ نہر جو اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار چندہ حصہ آمد اشاعت سلسلہ احمدیہ کے لئے دے رہے تھے۔ اب انہوں نے جنوری ۱۹۳۱ء سے بجائے ۱/۱۰ کے ۱/۵ حصہ اپنی آمد کا دینا شروع فرمایا ہے۔ میاں صاحب موصوف کا اخلاص اور قربانی قابل شکریہ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کی اس حسنت کو قبول فرمائے۔ اور انہیں صحت بخشے۔ (سکریٹری مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی)

تاریخ اسلام

اسلام سے قبل اہل عرب کے مذاہب و مراسم

اس سلسلہ کے گزشتہ مضمون میں عرب کے جغرافیائی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ اسلامی تاریخ شروع کی جائے۔ یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام سے قبل عرب میں کون کون سے مذاہب تھے۔ اور لوگوں میں کن مراسم کی پابندی ضروری سمجھی جاتی تھی۔ تا یہ معلوم ہو سکے۔ کہ اسلام نے عرب کو مذہبی لحاظ سے کس حالت میں پایا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد اسلام نے اہل عرب میں جو تبدیلی پیدا کی۔ اس کی قدر و قیمت کا بہترین اندازہ ہو سکے گا ؛

یوں تو ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک خاندان کا کوئی نہ کوئی جدا گانہ عقیدہ تھا۔ مگر عام طور پر عرب میں بت پرستی زوروں پر تھی۔ اس کے علاوہ بعض الہامی مذاہب مثلاً صابی۔ ابراہیمی۔ یہودی اور عیسائی بھی کہیں کہیں پائے جاتے تھے۔ مذہب صابی کے پیرو ایک کتاب صحیفہ شیث کو آسمانی کتاب اور حضرت شیث بن آدم اور حضرت ادریس کو اپنا پیغمبر مانتے تھے۔ ان کے ہاں روزانہ سات نمازوں اور ایک مہینہ کے روزے رکھنے کا بھی دستور تھا۔ مگر ستارہ پرستی بھی ہر مذہب قرار پائی گئی تھی۔ مذہب ابراہیمی کے لوگ بھی توحید سے محض نام آشنا تھے۔ اور بت پرستی کرتے تھے۔ ڈاڑھی رکھنا۔ ختنہ کرنا۔ اور قربانی دینا ضروری سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کے بھی بت رکھے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت کے ہاتھ میں سات تیر دیئے ہوئے تھے۔ جنہیں ازلام کہا جاتا تھا۔ اور ان کے علیحدہ علیحدہ نام تھے۔ لوگ ان سے فال لیا کرتے تھے ؛

مذہب یہود بھی شام کے یہودیوں نے وہاں رائج کر دیا تھا۔ مگر اس کے پیرو بھی بت پرستی سے ملوث تھے۔ مذہب عیسوی کی عرب میں ابتدار نجران سے ہوئی۔ اور بعض قبائل میں یہ مذہب پھیل گیا۔ مگر انہوں نے بھی حضرت مریم کا بت خانہ کعبہ میں لا رکھا۔ جس میں انہیں حضرت عیسےٰ کو گود میں اٹھائے ہوئے۔ دکھایا گیا تھا۔ غرض اس وقت عرب کا کوئی مذہب بھی بت پرستی کے جراثیم سے خالی نہ تھا۔

خانہ کعبہ کے اندر کثرت سے بت رکھے ہوئے تھے۔ اور تقریباً تمام بڑے بڑے قبائل کے الگ الگ بت تھے۔ مگر بعض بہت مشترکہ بھی تھے۔ ہبل لات۔ منات دوار وغیرہ وغیرہ۔ ایسے بت تھے۔ جن کی سب قبائل پرستش کرتے تھے۔ ہبل سب سے بڑا بت سمجھا جاتا تھا۔ اور اسے بارش برسانے اور رحمت و برکت نازل کرنے کی صفات سے مختص قرار دیا جاتا تھا۔ دوار بت نوجوان عورتوں کی پرستش کے لئے مخصوص تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی سینکڑوں بت تھے جن کی تعداد بعض نے ۳۶۰ تک لکھی ہے۔ الغرض بیت اللہ جو خدائے واحد کی پرستش کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ بہت بڑا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ اور اہل عرب کے نزدیک صنم پرستی کے ذریعہ دنیا کی آسائشوں کو حاصل کرنا سب سے بڑا مقصد تھا۔ اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ آخرت میں یہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔ خانہ کعبہ کی بزرگی عام طور پر مسلم تھی۔ مگر یمن میں بعض قبائل نے اپنے علیحدہ کعبے بھی قائم کر لئے تھے۔ اگرچہ وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے۔ بتوں کے سامنے عبادت عام طور پر برہنہ ہو کر کی جاتی تھی۔ کیونکہ بتوں کے سامنے کپڑے پہن کر جانا سوء ادبی سمجھا جاتا تھا۔

اہل عرب میں کفایت شعاری۔ خوش پوشی۔ صبح خیزی۔ مہمان نوازی اور شجاعت وغیرہ چند ایک قابل تحسین صفات اس وقت بھی تھیں۔ مگر ان کے ساتھ ہی زناکاری۔ بلانوشی۔ قماربازی۔ بدقماشی۔ رہزنی غارتگری۔ خونریزی۔ غرضیکہ تمام مذموم افعال کے مرتکب ہوتے تھے۔ ان افعال پر فخر کیا جاتا تھا۔ بڑے بڑے خاندان کی مستورات کے عشقیہ افسانے نظم کئے جاتے تھے۔ اپنی کنیزوں سے زنا کرانا اور اس کسب حرام سے خود متمتع ہونا کوئی عیب نہ تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ سی باتوں پر برسوں جنگ جاری رکھتے تھے۔ بنی بکر و بنو تغلب کی جنگ پچاس برس تک جاری رہی۔ سود خوری کثرت سے ہوتی تھی۔ عورتیں [illegible] رکھی جاتی تھیں۔ ایک آدمی پچاس پچاس عورتیں رکھ سکتا تھا۔ ایام حیض میں عورتوں سے گفتگو بھی بند کر دیتے تھے کیونکہ خون معاف کرنا بہت بری بات سمجھی جاتی تھی۔ جب کوئی متمول شخص مر جاتا۔ تو اس کی سواری کا اونٹ اس کی قبر پر باندھ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ بھوکا پیاسا تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ مردہ جانوروں کا گوشت نہایت بے تکلفی سے کھا لیتے۔ غلاموں کو کبھی آزادی نہ دی جاتی۔ اور ان پر سخت مظالم کئے جاتے۔ عورتوں کو ترکہ وغیرہ دینا تو کسی کے وہم میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے یا اپنے ہاتھ سے مار دینے کی رسم بھی جاری تھی۔ اور یہ اس وجہ سے کیا جاتا تھا۔ کہ کسی کو داماد نہ بنانا پڑے۔ جنات اور بھوت پریت کا بلا تمیز ہر فرقہ اور مذہب قائل تھا۔ روح کے متعلق ان کا اعتقاد تھا۔ کہ وہ ایک کیڑا ہے۔ جو پیدائش کے وقت انسان کی جلد میں گھس جاتا ہے۔ اور اس کے مرنے پر نکل کر قبر کے گرد چیختا چلاتا رہتا ہے۔ بعد مرگ بھی برابر بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ الو کے قد کے برابر ہو جاتا ہے ؛

یہ مختصر سا خاکہ ہے۔ اسلام سے قبل عربوں کی مذہبی اور تمدنی حالت کا۔ اسلام نے ان لوگوں کے اندر وہ تغیر پیدا کیا۔ کہ نہ صرف انہیں قعر مذلت سے نکال کر انسانیت اور روحانیت کے بلند مقام پر کھڑا کر دیا۔ بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں انہیں دنیا کا استاد بنا دیا ؛

کتاب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دوم

خدا تعالیٰ کے فضل سے کتاب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم حصہ دوم مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اب مکمل ہو کر چھپ رہی ہے۔ امید ہے کہ کانفرنس کے موقعہ پر ہدیۂ ناظرین کی جائیگی۔ اس قابل قدر تصنیف کی خوبیوں کا اندازہ اس کے پڑھنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اسکی بہت سی خصوصیات میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) واقعات کو پوری تحقیق اور تفتیش کے بعد لکھا گیا ہے۔ کتب تاریخ اور حدیث و سیر وغیرہ کے وسیع مطالعہ کے بعد واقعات کو ان کے اصل منبعوں سے اخذ کر کے جمع کیا گیا ہے۔ کسی پہلے سوانح نویس کی تحقیقات پر انحصار نہیں کیا گیا۔ اس طرح بہت سے واقعات کو زیادہ صحت اور وضاحت کیساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اور ان پر نئی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲) واقعات کو قلمبند کرنے میں اس امر کو خصوصیت کیساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی کے علاوہ آپکے اخلاق حمیدہ اور آپ کی سیرت پر خود بخود ہی روشنی پڑتی جائے۔

(۳) واقعات کو اس خوش اسلوبی اور ایسی احسن ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اسوقت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ مثلاً جس احسن ترتیب کے ساتھ جنگ بدر اور جنگ احد اور دوسرے بڑے بڑے اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے میں نے ایسی ترتیب اور ایسا دلکش بیان کسی دوسری کتاب میں نہیں دیکھا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] اخلاق اور پاکیزہ سیرت کے علاوہ صحابہ کی بے نظیر جان نثاری اور اخلاص اور ایمان اور ان کی قربانیاں بھی کتاب کے پڑھنے والے پر ایک گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ اور یہ بات نہایت ہی واضح طور پر کھل جاتی ہے۔ کہ جس پایہ کا نبی تھا اسی پایہ کی جماعت بھی اللہ تعالیٰ نے اسکو عطا فرمائی۔

(۵) تاریخی واقعات کے علاوہ بہت سی ضمنی لیکن اہم بحثیں مثلاً مسئلہ غلامی۔ کثرت ازدواج پردہ جمع و ترتیب قرآن وغیرہ پر جدید پیرایہ میں بحث کی گئی ہے۔ اور انکی وجہ سے کتاب قیمتی معلومات کا ایک نیا خزانہ کہلانے کی مستحق ہے۔ اور ہر ایک شخص جو اس کتاب کو پڑھیگا۔ وہ اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا۔ کہ فی الواقع یہ کتاب اپنے رنگ کی موجود الوقت کتابوں میں ایک بے نظیر کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح میں ایک نہایت ہی قابل قدر اضافہ ہے۔ اس کے بہت سے حصے اس قابل ہیں کہ انکو الگ چھپوا کر اسلامی مدارس میں بطور کورس کے جاری کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ اس کتاب کو قبولیت کا شرف بخشکر اسکو دنیا کے لئے بابرکت اور نافع بنائے اور اس کے فاضل مصنف کو جزائے خیر دے۔ اور اس کتاب کو ان کی طرف سے ایک خیر جاریہ بنائے۔

حصہ دوم میں ہجرت کی ابتداء سے لیکر ۸ ہجری تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ قریباً ۵۵۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ صحت اور چھپوائی کا بھی خاص انتظام کیا گیا ہے۔

امید ہے احباب کرام اس کتاب کی اشاعت میں حتی الامکان سعی فرمائینگے۔ اور نہ صرف خود خرید کر پڑھینگے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اسکی خرید اور مطالعہ کی تحریک فرمائینگے۔

ملنے کا پتہ:۔ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ہے ؛ (ناظر تالیف و تصنیف)

مراسلات

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ نبوّت نہیں کیا؟

مولوی محمد علی صاحب کی اپیل نمبر ۲ کا جواب

اختلاف کی بنیاد

پچھلے دنوں مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبایعین نے ایک ٹریکٹ "برادران قادیان سے اپیل" نامی شائع کیا۔ اور لکھا۔ ہمارا اور جماعت قادیان کا اختلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت اور غیر احمدیوں کے کفر و اسلام میں ہے۔ اس پر میں نے ان کی اپیل کا جواب دیتے ہوئے لکھا "مولوی صاحب اور ان کے رفقاء جیسا کہ میں بتا چکا ہوں غیر احمدیوں کو خوش کرنا چونکہ اب اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ وہی باتیں بیان کرتے ہیں جن میں غیر احمدی انہیں داد دیں۔ چنانچہ اس ٹریکٹ میں بھی مولوی صاحب نے نبوت اور غیر احمدیوں کے کفر کے مسئلہ کو ہی اختلاف کی بناء قرار دیا ہے۔ میں مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے خلافت کے مسئلہ پر کیوں بحث نہیں کرتے؟ کیوں حضور علیہ السلام کی جو اپنی اولاد کے متعلق پیشگوئیاں ہیں۔ ان پر بحث نہیں کرتے؟ کیوں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی چھ سالہ خلافت کے حق یا باطل ہونے کے متعلق بحث نہیں کرتے؟ کیا اس کی یہ واضح اور بیّن وجہ نہیں ہے۔ کہ ان مسائل میں غیر احمدی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے"۔

مولوی صاحب کو چاہیئے تھا۔ اگر وہ میرے جواب کو صحیح نہ سمجھکر اس کی تردید پر آمادہ ہوئے تھے۔ تو میری اس بات کی تردید کرنے کے لئے ان امور کے متعلق بھی روشنی ڈالتے۔ جن کا میں نے ذکر کیا تھا۔ لیکن انہوں نے پیغام صلح ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء میں جہاں بعض باتوں کا جواب دینے کی کوشش کی۔ وہاں اس کی طرف توجہ نہ کر کے میرے یقین کو اور بھی پختہ کر دیا ہے۔ کہ دراصل یہ لوگ غیر احمدیوں کو خوش کرنے کے لئے ہی نبوت اور کفر و اسلام کے مسئلہ کو اختلاف کی بناء قرار دیتے ہیں۔

غیر مبایعین کی کامیابی کی حقیقت

مولوی صاحب نے اپنی پہلی اپیل میں اللہ تعالیٰ کی خاص نصرتوں اور اپنی جماعت کی ترقی اور قادیان سے بے سروسامانی کی حالت میں نکلنا بھی تحریر کیا تھا۔ لیکن جب اس کا یہ جواب دیا گیا۔ کہ خدا تعالیٰ کی جو نصرت اور مدد جماعت احمدیہ قادیان کے شامل حال ہے۔ اس کے مقابل آپ کا اپنی ترقی پیش کرنا بڑی جرأت کی بات ہے۔ نیز اگر بعض لوگ آپ کے ساتھ شامل بھی ہو گئے ہوں۔ تو وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ سمجھتے ہیں۔ اب یہ لوگ واپس ہماری طرف آ گئے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کیا تھا۔ کہ "وہ بے سروسامانی کی حالت میں نہیں۔ بلکہ اس لٹریچر کا جس کی اشاعت کا مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ تمام سرمایہ یہیں (قادیان) سے لے کر گئے تھے"۔ اب کے مولوی صاحب نے ان امور کا بھی ذکر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ ہمارا جواب صحیح نہیں۔ معلوم ہوا یا تو ان کو صحیح جواب مل گیا ہے۔ یا پھر ہمارے بیان کردہ کلیہ کے مطابق ان امور میں غیر احمدیوں کو خوش کرنے کا کوئی سوال نہیں۔ اس لئے انہیں ترک کر دیا ہے۔ کیا مولوی صاحب خود اس کی وجہ بیان کریں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ نبوۃ

مولوی صاحب نے اپنے پہلے ٹریکٹ میں لکھا تھا۔

"ہماری بحث اس بات میں نہیں کہ حضرت صاحب نے لفظ نبی مجاز یا استعارہ کے لحاظ سے استعمال کیا ہو...... اختلاف صرف اس بات میں ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ نبوت کیا ہے یا نہیں"۔

اس کے جواب میں یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ مجاز اور استعارہ سے مراد لغوی طریق سے نبوت ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود تحریر فرمایا ہے۔ میں نے دو باتیں مولوی صاحب کے سامنے بایں الفاظ رکھی تھیں۔

"اول یہ کہ کیا ہر نبی کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ یوں کہے میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا لفظ دعویٰ استعمال کئے بغیر بھی وہ مدعی نبوت سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب ہی بتائیں۔ کہ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر یا کم از کم جن کا قرآن کریم میں ہی ذکر ہے۔ ان کے متعلق وہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے یہ کہا ہو۔ کہ ہم نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یا ان میں سے ہر ایک کے الہام میں لفظ نبی ہونا اور اس کا یہ کہنا کہ میں نبی ہوں دعویٰ نبوت کو ثابت کرتا ہے۔ اور انبیاء کو جانے دیجئے۔ آپ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی قرآن کریم کی کوئی ایسی آیت بتائیں جس میں آیا ہو۔ کہ ادعی النبوۃ یعنی میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں...... امر دوم یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ مدعی نبوت کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ یہ کہے۔ کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ پھر بھی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں حضور کے وہی الفاظ مل جاتے ہیں۔ جن کا مطالبہ اہل پیغام کے امیر صاحب نے کیا ہے"۔

امر اول کے جواب میں مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کیا ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یوں کہے۔ کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے یہاں غلطی کھائی ہے۔ سوال تو یوں کرنا چاہیئے تھا۔ کہ کیا نبی اس کے بغیر بن سکتا ہے کہ بار بار نبوت کا انکار کیا جائے۔ اپنی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کئے جانے کو باطل اور دروغ کہا جائے...... کیا کسی نبی کا ذکر قرآن شریف میں حدیث میں یا کسی پہلی کتاب میں یوں ہے۔ کہ لوگوں نے اسے کہا کہ یہ نبی ہے تو اس نے جواب میں کہا ہو۔ کہ اے بے ایمانو تم مجھ پر کیوں افتراء کرتے ہو"۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کیسی نبوّت کا انکار کیا

مولوی صاحب نے جس بات کا مطالبہ ہم سے کیا تھا۔ جب پہلے انبیاء کے متعلق اس جیسا مطالبہ ہم نے کیا۔ تو جناب گھبرا کر اس سوال کو ہی چھوڑ تے اور اپنے خیال میں ویسا ہی وزنی سوال ہم پر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نبی کی اطاعت میں مقام نبوت پانے کا دعویٰ کیا جس کی مثل دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا۔ اور کسی کے حق میں یہ نہیں آیا۔ کہ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ من النّبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ [illegible] کی اطاعت میں کوئی شخص [illegible]۔ اس لئے جن لوگوں نے یہ [illegible] خیال کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شریعت والی یا مستقلہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کو بار بار کہا۔ کہ تم افتراء کرتے ہو۔ جھوٹ بولتے ہو۔ جیسا کہ خود حضور نے وضاحت فرمائی۔ کہ "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں"۔

اب اگر پہلے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا کوئی نبی گذرا ہو۔ جس کی پیروی میں کسی نبی نے نبوت حاصل کی ہو۔ تو پھر مولوی صاحب کا حق ہے کہ ہم سے سوال کریں۔ کیا پہلے کوئی نبی ایسا ہوا ہے جس نے بار بار نبوت سے انکار کیا ہو۔ اور پھر وہ نبی ہو۔ لیکن جب دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی ایسا نبی نہیں ہوا۔ جس کی شریعت تاقیامت ہو اور جس کی اتباع سے کسی کو نبوت ملی ہو۔ تو پھر ایسا کوئی نبی بھی نہیں ہوا۔ کہ اس نے شریعت دائمی اور مستقلہ نبوت سے بار بار انکار کیا ہو۔ ہاں مولوی صاحب چونکہ ہمارے مطالبہ کو نہ پورا کر سکے۔ اور نہ ہی آئندہ کر سکتے ہیں اس لئے مجبور ہو کر لکھتے ہیں۔ "دعوئی نبوت ایسی چیز نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی ضرورت ہو۔ کہ اے فلاں تو اُٹھ اور نبوت کا دعویٰ کر"

مولوی محمد علی صاحب کی سادگی

مولوی صاحب کی سادگی بھی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ پہلے تو آپ نے یہ تحریر کیا۔ "اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ نبوت کیا ہے یا نہیں" لیکن جب یہ ہی سوال دوسرے انبیاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا گیا تو فرماتے ہیں۔ "دعویٰ نبوت ایسی چیز نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی ضرورت ہو۔ کہ اے فلاں تو اُٹھ اور نبوت کا دعویٰ کر"

اب مولوی صاحب خود ہی فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ نبوت کے متعلق اگر وہ الفاظ نہ ہوں جو دوسرے انبیاء کے متعلق آپ نہیں دکھا سکتے بلکہ بقول آپ کے ان کی ضرورت ہی نہیں۔ تو پھر اس سے حضور علیہ السلام کی نبوت میں کیا نقص لازم آتا ہے؟ اب اگرچہ مولوی صاحب نے اپنی پیش کردہ دلیل کی خود ہی تردید کر دی ہے لیکن اگر انہیں ابھی کوئی خلجان باقی ہو تو ہم مولوی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انبیاء بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق قرآن کریم سے یہ دکھائیں کہ ہم نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پھر بے شک انہیں یہ کہنے کا حق تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ [illegible] السلام کے بھی اگر ایسے ہی الفاظ ہوں تب آپ کا دعویٰ نبوت ثابت ہو سکتا ہے۔

الٹی پچو باتیں کون کرتا ہے

ہاں میں نے لفظ دعویٰ کی عدم ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھا تھا" مولوی صاحب! اتنا تو غور فرمائیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مخالف علماء نے یہ لکھا تھا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت یہ الفاظ فرمائے تھے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا ان لوگوں نے حضور کے الہامات اور انبیاء کی [illegible]ات اپنے متعلق ظاہر کرنے سے آپ کو مدعی نبوت قرار دیا تھا"

اس کے جواب میں مولوی صاحب عجیب تعلّی آمیز لہجہ میں لکھتے ہیں۔ "میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان اصحاب نے جو نبوت کی نئی بنیاد میں اٹھا رہے ہیں اور خود نبی کے لئے ادعائے نبوت کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ . . . . کبھی اصل فتویٰ کو بھی دیکھا اور کیا فتویٰ کفر کو دیکھ کر یہ لکھا تھا۔ کہ علماء نے حضور کے الہامات دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لیا تھا کہ یہ شخص مدعی نبوت ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ باتیں جن سے ایک قوم گمراہ ہو رہی ہے . . . الٹی پچو لکھی جا رہی ہیں کفر کا فتویٰ ان تین کتابوں کی بناء پر نیار ہوا ہے فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالہ اوہام اور حضرت صاحب کے وہ الہامات جنمیں لفظ نبی یا رسول آتا ہے اس سے سات سال پیشتر براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے تھے۔ اگر ان الہامات کی بناء پر فتویٰ کفر تیار ہوتا تو ۱۸۸۴ء میں تیار ہو جاتا"

مولوی صاحب نے اپنی جلد بازی اور برافروختگی میں جو الزام ان سطور میں ہم پر لگایا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ اپنے ہاتھوں فوراً ہی اس کے نیچے وہ خود آ گئے ہیں۔ اس لئے کہ متکبر کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ مولانا آپ بے شک اپنے قول کے مطابق پرانے خدام اسلام کو دنیا میں پھیلانے والے . . . . حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں سلسلہ کے سب کاروبار کو چلانے والے "ہی ہیں اور ہم بعد میں آنے والے بقول آپ کے الٹی پچو باتیں" کرنے والے جن "سے ایک قوم گمراہ ہو رہی ہے" لیکن کس قدر تعجب ہے کہ آپ براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر جو لدھیانہ کے مولویوں نے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اس کو بالکل ہی فراموش کر چکے۔ بلکہ حرف غلط کی طرح اپنے ذہن سے مٹا چکے ہیں۔ مولوی صاحب! میں آپ کے الفاظ میں ہی دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا آپ نے لدھیانہ کے علماء کا اصل فتویٰ کفر بھی دیکھا؟ اچھا اگر باوجود پرانے خادم ہونے کے جناب نے یاد نہیں رکھا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ریویو ہی (جس کا آپ نے بھی ذکر کیا ہے) دیکھ لیا ہوتا جہاں لکھا ہے "اور فریق دوم لودھانوی مدعیان اسلام اپنی تکفیر کی یہ وجہ پیش کرتے ہیں۔ کہ ان الہامات میں مولف نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں مستحق ٹھیرایا ہے" (اشاعت السنۃ نمبر ۶ جلد ۷)

مولوی صاحب! کیا اب آپ اس تعلّی سے باز آ کر الٹی پچو کے الزام کو واپس لیں گے اور افسوس کے ساتھ یہ مصرعہ اپنے اوپر چسپاں نہیں کریں گے۔ ؏ ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

مسیح موعود کی تحریروں سے روگردانی

باقی رہا مولوی صاحب کا اپنے خاص انداز میں یہ تحریر کرنا "اس سے معلوم ہوا کہ اسی وقت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ نبوت تھا گو تمام مخالف علماء آپ کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرنے میں حق بجانب تھے۔ کیونکہ کسی شخص کا خود یہ کہنا ضروری نہیں کہ اسے نبوت و رسالت کا منصب عطا ہوا ہے۔ بلکہ یہ کافی ہے کہ دوسرے لوگ اس کے الہامات سے خود نتیجہ نکال لیں۔ . . . حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انکار ہی کرتے رہے مگر علماء نے کہا کہ ہم نے تمہارے الہامات سے پتہ لگا لیا ہے کہ تم مدعی نبوت ہو گئے یہ بھی اگر دیدہ دانستہ حق کو چھپانے پر نہیں تو عدم واقفیت پر ضرور محمول کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں نبی کہلانے سے انکار ہی سہی اس کے بعد حضور علیہ السلام نے سینکڑوں جگہ فرمایا ہے۔ کہ میں خدا کا نبی اور رسول ہوں نیز یہ امر صحیح ہے کہ آپ نے جب باوجود الہام موجود ہونے کے اپنی نبوت اور مسیح موعود ہونے سے انکار کیا تو علماء لدھیانہ نے اس سے ہی مسیح موعود اور نبوت کا مدعی ہونا سمجھا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب اعجاز احمدی صد۷ پر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے "حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا ذکر۔ ایک ناحق کو اس وقت دھوکا دے سکتا تھا جبکہ براہین احمدیہ میں میرے مسیح موعود کی نسبت کچھ ذکر نہ ہوتا۔ مگر وہ ذکر تو ایسا صاف تھا۔ کہ لدھیانہ کے مولوں . . . . . نے اسی زمانہ میں اعتراض کیا تھا کہ یہ شخص اپنا نام عیسیٰ رکھتا ہے اور عیسیٰ کی نسبت جس قدر پیشگوئیاں ہیں وہ سب اپنی طرف منسوب کرتا ہے . . . . . . غرض خدا کی حکمت عملی نے مجھے اس غلطی کا مرتکب کر کے کہ میں نے عیسیٰ کی آمد ثانی کا اسی کتاب میں ذکر کر دیا جہاں میرے مسیح موعود ہونے کا ذکر تھا۔ میری سادگی اور عدم افتراء کو ظاہر کیا" اب بیغامی احباب خود فرمائیں کہ ان کے مقرر کردہ امیر صاحب کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے روگردانی کر کے ایسی باتیں تحریر میں لاتے ہیں جن سے "ایک قوم گمراہ ہو رہی ہے" غرض مولوی محمد علی صاحب نہ تو پہلے انبیاء کے متعلق ثابت کر سکتے ہیں کہ انہوں یہ کہا ہو کہ ہم نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ میرے پیش کردہ ثبوت کی تردید کر سکے ہیں بلکہ خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ "دعویٰ نبوت ایسی چیز نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ اے فلاں تو اٹھ اور نبوت کا دعویٰ کر" نبی کے لئے یہ خصوصیت بیان کی کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نبی بناتا ہے وہ اسے یہ علم بھی دے دیتا ہے کہ اسے اس منصب جلیل پر کھڑا کیا گیا ہے" جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ "نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں" حقیقۃ الوحی صد۳۹۱

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے" تتمہ حقیقۃ الوحی صد۶۸

"قادیان کو اس (طاعون) کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" دافع البلاء صد۱۰

مولوی صاحب کے بیان کردہ اصول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونکہ اپنے نبی ہونے کا علم دیا گیا۔ اور حضور نے سینکڑوں

افیون!! افیون!! افیون!!!

اگر آپ افیون کی عادت سے نجات حاصل کرنا چاہیں۔ تو ہم سے خط وکتابت کریں

فیض عام میڈیکل ہال قادیان

موت کی گرم بازاری

اور امراض دق و سل کی تباہ کاریوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی ایم ایس نے ان لا علاج امراض کا بعد کی تحقیق و تفتیش کے بعد علاج دریافت کر لیا ہے۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ دنیا کا کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا پیدا نہ کی گئی ہو۔ آپ نے متعدد عربی فارسی اور انگریزی کی طبی کتب سے ان امراض کے متعلق جو کچھ حاصل کیا اس کو البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل کی صورتیں اس طرح یکجا کر دیا ہے۔ کہ اس میں دق کی تعریف اس کے اسباب و علامات اس سے بچنے کے طریقے اور علاج نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں۔ کوئی کتب خانہ بلکہ کوئی گھر اس لاجواب کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ قیمت فی جلد چار روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ شوکت تھانوی۔ زرد محل امام باڑہ آغا باقر لکھنؤ

محافظ اٹھرا گولیاں

گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی

قادیاں۔ پنجاب

جن کے بچے چھوٹی ہی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم شاہی حکیم کی مجرب محافظ اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہیں یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول اور مشہور ہیں۔ اور ان گھروں کا چراغ ہیں جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ کئی خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین اور خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہو کر والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ (عہ) شروع حمل سے آخر رضاعت تک قریباً ۱۱ تولہ خرچ ہوتی ہیں ایک دفعہ منگوانے پر فی تولہ ایک روپیہ لیا جائیگا

حب مقوی اعصاب

فولاد کی گولیاں

یہ گولیاں پٹھوں کو قوت دیتی ہیں۔ بدن کی عام کمزوری کو دور کرتی ہیں۔ جوڑوں کا درد۔ درد کمر۔ تمام بدن کا درد ان گولیوں کے استعمال سے دور ہوتا ہے۔ یہ گولیاں خون پیدا کرنے جست رکھتا ہے رنگ سرخ کرنے کے علاوہ دماغ کے لئے خاص علاج ہیں

قیمت بیس گولیاں ایک روپیہ آٹھ آنہ

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ

رحمانی قادیان

باموقع زمین

ایک قطعہ اراضی۔ جس کا رقبہ ۱۸ مرلہ ہے۔ اور اردگرد چار دیواری بھی ہے۔ قادیان کی پرانی آبادی یعنی اڈے خانہ کی طرف ایک سڑک پر واقع ہے۔ موقعہ کے لحاظ سے۔ دکانیں پر دوکانیں اور قابل رہائش مکان بہت عمدہ طرز سے بن سکتا ہے۔ اس زمین کے دو طرف راستے ہیں

جو صاحب خریدنا چاہیں زمین کا موقع ملاحظہ فرما کر۔ مجھ سے فیصلہ فرمالیں

المشتہر:۔ خاکسار:۔ عبدالرحیم کارکن تعلیم و تربیت قادیان

ضرورت ہے

ایسے امیدواروں کی جو ٹیلیگراف و اسٹیشن ماسٹری کا کام سیکھ کر ریلوے گورنمنٹ و محکمہ نہر کی ملازمت کے خواہش مند ہوں مفصل حالات ۲ کے ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

امپیریل ٹیلیگراف کالج دریا گنج دہلی

موت سے زیادہ تکلیف دہ بیماریاں ہوتی ہیں موت ایک بار آتی ہے اور

بیماریاں ہر روز ستاتی ہیں۔ موت کا علاج ناممکن ہے مگر بیماریاں دواسے دور ہو جاتی ہیں ہمارے حکیم و ڈاکٹر ایک بیماری کے لئے سینکڑوں دوائیں تجویز کرتے ہیں لیکن جرمنی کے مشہور ڈاکٹر نے سینکڑوں بیماریوں کو آن واحد میں دور کر دینے والی دوا تیار کی ہے۔ جو زود اثر ہے بے خطا ہے سستی ہے اور ہر جگہ ملسکتی ہے۔ اور قابل تعریف

دوا کا نام

ایرول!

ہے۔ جو سر سے لیکر پاؤں تک کی ہر چھوٹی بڑی بیماری کا واحد علاج ہے۔ ایک بار تجربہ کیجئے پھر طبیبوں کی خوشامد اور روپیہ ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ایرول ہر بڑے شہر کے دوا فروش سے مل سکتی ہے ... ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ کمیشن معقول دی جائے گی

سول ایجنٹس:۔ جی ایس بی آر اینڈ کمپنی چاندنی چوک دہلی!

دوکان سرمہ ممیرا

اصل ممیرے کا سرمہ اور ممیرا بصدقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حکیم خلیفہ اول علیہ الرضوان یہ سرمہ مقوی نظر ہے۔ اور گردوں کے سے ابتدائی موتیا بند۔ جالا پھولا پڑبال۔ آنکھوں سے پانی جاری ہو نظر کمزور ہو یا دھوپ کی چمک سے تکلیف ہو آنکھ دکھتی ہو یا دھند پڑ گیا ہو۔ یا سرخی یا خارش یا رہتا ہو غرض ہر قسم کی آنکھ کی بیماریوں کے واسطے نہایت مفید ثابت شدہ ہے اگر کسی شخص نے دو تین ہفتہ استعمال ... وہ آدمی باقی سرمہ واپس کرے ... قیمت ... احمد نور کابلی مقام قادیان دوکان سرمہ ممیرا

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی کی وجہ سے ۲۴ مارچ کو لاہور میں ہڑتال ہوئی۔ نو بجے صبح منٹو پارک میں ستر ہزار اشخاص کا اجتماع ہو گیا۔ مولوی ظفر علی نے پھانسی پانے والوں کے لئے دعا کرا کر دیدہ و دانستہ اس ارشاد الٰہی کی خلاف ورزی کی۔ کہ ما کان للنبي والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحٰب الجحیم۔ دو گھنٹے بعد دوپہر نیلہ گنبد سے ایک جلوس مرتب کیا گیا جس میں کہا جاتا ہے۔ قریباً ایک لاکھ لوگ شامل ہوئے۔ جو سب برہنہ سر تھے۔ مصنوعی ارتھیاں نکالی گئیں۔ اور انہیں راوی کے کنارے جس جگہ لالہ لاجپت رائے کو جلایا گیا تھا۔ لے جا کر جلایا گیا۔ کسی قسم کی بدامنی نہیں ہوئی۔ ایک یورپین اتفاقاً ہجوم کے نرغہ میں پھنس گیا۔ تو والنٹیروں نے اس کے گرد حلقہ ڈال دیا۔ اور ایک بوڑھی عورت نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے صحیح و سالم نکال دیا گیا۔

—— بھگت سنگھ وغیرہ کی لاشوں کے متعلق جلوس اور جلسہ کے دوران میں یہ بات بیان کی گئی۔ کہ انہیں قیصر ہند برج متصل فیروزپور کے پاس لے جا کر ایک تین فٹ گہرے گڑھے میں [illegible] بھر کر آگ لگا دی گئی۔ اور جب شعلے بلند ہوتے دیکھ کر ارد گرد کے دیہاتی دیکھنے کے لئے آنے شروع ہوئے۔ تو جھٹ آگ بجھا کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے لاشیں دریا میں پھینک دی گئیں۔ حتیٰ کہ کہا گیا۔ بعض عورتیں وہاں سے باقیماندہ ٹکڑے لائی ہیں۔ مگر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ یہ [illegible] لکڑی اور ایندھن سے بھری ہوئی دو لاریاں لاشوں کے ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ پوسٹ [illegible] رات لاشوں کو آگ دی گئی۔ ساتھ ایک گرنتھی اور ایک آچاریہ بھی تھا۔ ہندو اور سکھ رسومات کے مطابق لاشوں کو جلایا گیا۔ صبح چار بجے کے قریب لاشیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ اور پو پھٹنے چھ بجے راکھ دریا میں ڈال دی گئی۔ لاشوں کے جھلسے ہوئے ٹکڑے پڑے رہنے وغیرہ کی تمام افواہیں غلط اور بے بنیاد ہیں۔

—— ۲۴ مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں قوم پرست پارٹی کے راہنما مسٹر رنگا اچاریہ نے بھگت سنگھ وغیرہ کو پھانسی دیئے جانے کے متعلق ایک بیان پڑھا۔ جس میں حکومت کی مذمت کی گئی۔ ہوم ممبر تقریر کرنے کے لئے اٹھے۔ تو انہیں بار بار ٹوکا گیا۔ مگر آپ نے کہا کہ ہندوستان کے مفاد کی خاطر قانون کے منشاء کو پورا کرنا ضروری تھا۔

اس کے بعد قوم پرست پارٹی اجلاس سے باہر نکل گئی انڈیپنڈنٹ پارٹی کے بعض اراکین نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد سر عبدالرحیم رہنما انڈیپنڈنٹ پارٹی نے التواء کی تحریک پیش کی۔ جو اگرچہ منظور نہ ہو سکی مگر چونکہ اکثر اراکان اٹھ کر جا چکے تھے۔ اس لئے قانون مالیات پر بحث نہ ہوئی۔ اور محکمہ ڈاک کے ایک بل کی ایک دفعہ پر بحث کے بعد اجلاس ملتوی ہو گیا۔

—— گاندھی جی نے جو بیان اس سلسلہ میں دیا۔ اس میں کہا ہے ان نوجوان محبان وطن کی یاد کے طور پر میں انہیں خراج تحسین ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ ان کی تقلید نہ کریں گورنمنٹ نے انقلاب پسند پارٹی کو مفتوح کرنے کا زریں موقعہ کھو دیا ہے۔ ہم اس پر غنڈہ پن کا الزام تو لگا سکتے ہیں۔ مگر مفاہمت کی خلاف ورزی کا الزام نہیں دے سکتے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک بیان میں کہا ہے۔ کہ برطانیہ کے ساتھ صلح کرتے وقت بھگت سنگھ کی لاش ہمارے راستہ میں روک ہوگی۔

کراچی کانگریس کیمپ میں اس رائے کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ سزائے پھانسی سے مفاہمت کے سلسلہ میں گاندھی جی کے ہاتھ کمزور ہو گئے ہیں۔

پنجاب پراونشل نوجوان بھارت سبھا نے پھانسی پانے والوں کی یادگار قائم کرنے کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کی اپیل کی ہے اس سبھا کے بانی اول سردار بھگت سنگھ تھے [illegible]

حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے۔ کہ آئندہ سول سیکرٹریٹ میں داخلہ کی اجازت صرف صدر دروازہ سے ہوگی۔ اور وہی لوگ اندر جا سکیں گے۔ جو پہلے وقت مقرر کرا لینگے۔ ممبران کونسل اس قاعدہ سے مستثنےٰ ہیں۔

کہا جاتا ہے امرتسر میں بھگت سنگھ کی سزا کے متعلق جو جلسہ ہوا۔ اس میں بعض لوگوں نے پولیس کا بیڑا غرق کے نعرے لگائے جس سے مشتعل ہو کر بعض سپاہیوں نے لاٹھیوں سے حملہ کر دیا۔ بعض لوگوں کو [illegible] چوٹیں آئیں۔ پولیس کو زیادہ تحمل کا ثبوت دینا چاہیئے تھا۔

ہندوستان کے [illegible] کے متعلق ہندو مہا سبھا نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں مسلمانوں کے تمام مطالبات کی مخالفت کی ہے۔ اور ہندو راج قائم کرنے کی سکیم پیش کی ہے۔

ایک ہندو ممبر اسمبلی نے گاندھی جی پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ہندو مسلم کانفرنس میں ہندوؤں کا نظریہ پیش کرنے کے لئے ہندو مہا سبھا کو کیوں دعوت دی۔ اور لکھا ہے کہ اس سبھا پر سارے ملک میں اعتراضات ہو رہے ہیں۔ اور اسے سارے ملک کے ہندوؤں کی ترجمانی کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ اس کی سرگرمیاں ہندو مذہب کے بنیادی اصول کے خلاف ہیں۔ ہندو قوم کی اکثریت ان کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کریگی۔ گویا ہندو مہا سبھا کی افتراق انگیزیوں سے صرف مسلمان ہی نہیں۔ بلکہ خود ہندو بھی نالاں ہیں۔

لاہور ۲۵ مارچ۔ کانپور میں بھگت سنگھ کی پھانسی پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہڑتال کرنے پر مجبور کیا لیکن مسلمانوں نے کانگرس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر فرقہ وار فساد شروع ہو گیا۔ رات کے ایک بجے تک کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ ۳۰ آدمی ہلاک اور سو سے زیادہ زخمی ہو چکے ہیں اور ابھی ان میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ وحشیانہ بربریت کا یہ عالم ہے کہ بچوں تک کا بیدردی سے قتل عام کیا گیا ہے۔ عورتوں پر حملے کئے گئے اور ان کی چھاتیاں کاٹ ڈالی گئیں۔ مکانات جلائے جا رہے ہیں اور دوکانیں لٹ رہی ہیں۔ مساجد کی بے حرمتی کی گئی اور انہیں منہدم کر دیا گیا۔ موٹر کاروں اور بسوں پر حملے کئے گئے اور بعض یورپین بھی زخمی ہوئے پولیس اور فوج لکھنؤ اور الہ آباد سے طلب کی گئی ہے۔ شہر میں فوجی پہرہ ہے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ اور کرفیو آرڈر جاری کر دیا گیا ہے۔

لاہور ۲۴ مارچ آج پنجاب کونسل میں سارا دن نواب زادہ [illegible] حبیب اللہ کی اس تحریک پر بحث ہوتی رہی۔ کہ حکومت ۱۹۳۱ء کی فصل ربیع کے مالیہ میں ۵۰ فی صدی کی تخفیف کر دے۔ میاں نور اللہ نے اپنی تائیدی تقریر میں کہا اگر حکومت نے مالیہ میں زمینداروں کو کافی اور معقول معافی نہ دی تو انہیں جبری سول نافرمانی کا طریقہ اختیار کرنے پر مجبور کرے گی۔ چوہدری ریاست علی نے قرارداد میں ترمیم پیش کی۔ کہ ۲۵ فی صدی کی بجائے ۱۲½ فی صدی معافی دی جائے کیپٹن سکندر حیات خاں ممبر مال نے ان تقریروں کا جواب دیتے ہوئے کہا حکومت زمینداروں کی حالت سے بخوبی آگاہ ہے لیکن آپ نے زمیندار ممبروں کو کہا کہ وہ تہدید آمیز طرز عمل اختیار نہ کریں۔ اگر بولشویکی یا کوئی اور ایسی تحریک زراعت پیشہ لوگوں میں پھیل گئی تو اس کا اثر پہلے خود ان پر ہوگا۔ اور پھر حکومت پر۔ آراء شماری پر چوہدری ریاست علی کی ترمیم کہ ۱۲½ فی صدی مالیہ معاف کیا جائے منظور ہو گئی۔

"گزٹ آف انڈیا" کی غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا ہے کہ گورنر جنرل با اجلاس کونسل نے امان اللہ خان کے مکتوب کی نقول خلاصہ ترجمہ یا اس کی دوبارہ اشاعت کو برطانوی ہند سے باہر بھیجنا ممنوع کر دیا ہے یہ خط پہلے پہل زمیندار میں شائع ہوا تھا۔

۲۵ مارچ کو گاندھی جی کراچی پہنچے۔ سرخ پوش نوجوانوں نے آپ کے خلاف سخت مظاہرے کئے۔ سیاہ جھنڈوں سے آپ کا استقبال کیا گیا۔ اور "گاندھی گو بیک" "بھگت سنگھ کا قاتل کون ہے" کے نعرے لگائے گئے۔ جس سے ان کا اشارہ گاندھی جی کی طرف تھا۔ ایک نوجوان نے آپ کو سیاہ پھول پیش کیا۔ گاندھی جی کا اقتدار بھی اب مخدوش ہے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)